



روزِ کلمہ اور روزِ

مع

نماز تراویح - ۲۰ رکعت سنت ہے

ڈاکٹر مفتی محمد شرف آصف جلالی

5-6 مرکز الاولیاء دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771-2, 0321-9407699

مطبعة المدینہ اسلامیہ پاکستان لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

روزگار اور روز نماز کے بارے میں

ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

5-6 مرکز الاولیاء دربار مارکیٹ لاہور

042-37115771-2, 0321-9407699

صدر اطمینان پبلیکیشنز، کراچی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

روزہ کے اسرار و رموز مع نماز تراویح میں رکعت سنت ہے

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی

26 جولائی 2010ء

1100

64

40 روپے

نام کتاب

از قلم

با اہتمام

ایڈیشن پنجم

تعداد

صفحات

ہدیہ

ملنے کے پتے

جلالیہ و صراط مستقیم پبلی کیشنز گجرات
مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور / مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور
جامعہ جلالیہ رضویہ لاہور / کرمانوالہ بک شاپ لاہور
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات
مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / دارالنور لاہور
جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف۔ منڈی بہاوالدین
مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ / مکتبہ غوثیہ کراچی

صراط مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
6	صوم کے لغوی تعریف	1
7	صوم کی اصطلاحی تعریف	2
8	روزے کی فرضیت	3
11	روزہ تعلق باللہ کا قوی ذریعہ	4
14	اخلاص	5
15	ایمان بالغیب	6
16	رب تعالیٰ اور روزہ	7
17	الصوم لی کی وجوہات	8
20	ظاہری زندگی اور اس کا نکھار	9
38	حقیقی زندگی کا جو بن	10
31	عقل کا مطالبہ	11
32	نقراء کی حالت کا ادراک	12

33	فقراء و غرباء کے ساتھ یکجہتی	13
35	محاسن اخلاق کا گلشن	14
36	روزہ ڈسپن کی عملی شکل	15
37	انداز فرضیت میں حکمتیں اور شفقتیں	16
37	دن کے وقت روزہ فرض کرنے کی حکمت	17
45	سوالات و جوابات	18
52	نماز تراویح ۲۰ رکعت سنت ہے	19
52	تراویح	20
53	سرور کائنات ﷺ کی نماز تراویح	21
54	۲۰ رکعت تراویح پر صحابہ رضی اللہ عنہ کا اتفاق	22
58	۲۰ رکعت تراویح دوہری سنت ہے	23
58	ایک نہایت کمزور استدلال	24
61	آٹھ رکعت تراویح کی کل عمر ۱۲۹ برس ہے	25

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَظِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اخْتَصَّ بِالْخَلْقِ الْعَظِيمِ وَعَلَى
 آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ قَامُوا بِتَأْيِيدِ الدِّينِ الْقَوِيمِ
 أَمَّا بَعْدُ

فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ
 مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ
 إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
 وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وَعَلَيْ آلِكَ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ و عظم نوالہ و اعظم شانہ و اتم برہانہ کی حمد و ثناء اور
 حضور سرور کائنات، مفرج موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسارِ زماں
 سید سروراں، حامی بیگیاں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد:

وارثانِ منبر و محراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت و مودت، حاملینِ عقیدہ اہل سنت نہایت ہی معزز و محترم حضرات و خواتین! ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہمیں ادارہ صراطِ مستقیم کی طرف سے منعقد کئے جانے والے فہمِ دین کورس کے تیسرے پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جس میں آج ہمارا موضوع ہے:

روزہ کے اسرار و رموز

میری دعا ہے کہ ربِّ ذوالجلال ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن و سنت کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یقیناً یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ ہم ماہِ رمضان المبارک میں اور حالتِ روزہ میں، روزہ سے متعلق دینِ متین کی حکمتیں بیان کرنے والے اور سننے والے ہیں۔ ایسے میں جو اس موضوع کی چاشنی اور حلاوت ہمیں محسوس ہوگی تو وہ اس وقت موسم اور اس مہینے کے حالات کی خصوصی مناسبت ہے کہ جو رمضان المبارک کے روزہ کی فضیلت ہے اور اس کی جو حکمتیں ہیں، اس کے جو اسرار و رموز ہیں، ہم سنیں گے اور ساتھ اپنی حالتِ روزہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے باطنِ دل اور خیالات پر اس کو منطبق کریں گے کہ کیا واقعی ہمیں یہ چیزیں محسوس ہوتی ہیں اور ہمارے لئے ان کے نتائج کس طرح کے ہیں۔

سب سے پہلے قرآن مجید برہان رشید کی آیت کریمہ جو میں نے تمہارے سامنے تلاوت کی، یہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 183 ہے۔ خالق کائنات کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

”اے ایمان والو!

کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

تاکہ تمہیں پرہیزگاری حاصل ہو۔“

اس میں عربی زبان کا لفظ صیام یا صوم۔ اس کا لغوی معنی اور اصطلاحی معنی

بیان کرتے ہوئے اپنے درس کو شروع کرتے ہیں۔

صوم کی لغوی تعریف

لغت میں صوم کا مطلب یہ ہوتا ہے:

الْإِمْسَاكُ وَالْكَفُّ عَنِ الشَّيْءِ

”کسی شے سے رک جانا، کسی شے سے باز رہنا۔“

جس طرح کہ قرآن مجید برہان رشید میں حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ

موجود ہے کہ جب وہ قوم کی طرف آئیں تو ان کے پاس ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ

علیہ السلام موجود تھے اور انہیں خدشہ تھا کہ لوگ مجھ پہ تنقید کریں گے تو خالق کائنات
جل جلالہ نے ان سے کہا:

قُولِي

”جب لوگ تم سے پوچھیں تو تم کہہ دینا

اِنِّیْ نَزَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا

میں نے اللہ کے لئے روزے کی نذر مانی ہے

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (مریم: ۲۶)

تو میں کسی آدمی سے گفتگو نہیں کروں گی۔“

جو بھی تجھ سے پوچھے کہ بغیر شادی کے یہ بچہ کیسے پیدا ہوا تو تم اس سے کہہ دینا کہ
میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی نذر مانی ہے۔ لہذا میں کسی سے گفتگو نہیں کروں گی۔

اب یہاں پر بات کرنے سے رکنا اور جواب نہ دینا، اس کو صوم کہا گیا۔ تو یہ
لغت میں صوم کا معنی ہے کہ کسی چیز سے باز رہنا اور رک جانا، خواہ کوئی چیز ہو، کوئی
امر ہو، اس کے لحاظ سے لفظ صوم کو استعمال کیا گیا ہے۔

اس کے لحاظ سے شرعی اصطلاح کے اندر جب ہم یہ لفظ بولتے ہیں تو اس کا
خاص مفہوم ہوتا ہے:

صوم کی اصطلاحی تعریف

صوم کیا ہے؟

اَلْاِمْسَاكُ نَهَارًا عَنِ الْمَفْطَرَاتِ بِنِیَّةٍ مِّنْ اَهْلِهِ مِّنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ اِلٰی غُرُوبِ

الشمس (الباب: ۱۶۲/۱)

شریعت میں روزہ سے مراد یہ ہے کہ دن کے وقت ایسی تمام چیزوں سے باز رہنا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ باز رہنا نیت کی وجہ سے ہو اور اس کا وقت طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے اور نیت اس کی طرف سے ہو کہ جو نیت کا اہل ہے، ایسی حیثیت کو روزہ کہا جائے گا۔

اس میں پہلے تو اجتناب ہے یعنی کھانے سے، پینے سے، اور جماع سے اجتناب اور اس کے ساتھ یہ بات ہے کہ نیت ہو اور پھر نیت طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس میں امساک پایا جائے اور ان چیزوں سے بندہ پوری طرح بچ کر رہے کہ جن کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نیت میں اہلیت بھی شرط ہے کہ اگر کوئی کافر اس وقت میں نیت کے ساتھ کھانے پینے سے اجتناب کرے گا تو اس کو روزہ نہیں کہیں گے۔ اس واسطے کہ وہ نیت کا اہل ہی نہیں۔ ایسے ہی حائض عورت یا نفاس والی عورت طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک نیت کیساتھ اجتناب کرتی ہے، تو اس کو روزہ نہیں کہیں گے۔ اس واسطے کہ وہ اس نیت کی اہل نہیں ہے۔ اس میں نیت شرط ہے کہ نیت ضرور ہو مگر اس کی نیت ہو، جس میں نیت کی اہلیت موجود ہے۔

روزے کی فرضیت

اس امت پر روزے کی فرضیت ۲ ہجری ۱۰ شعبان المعظم میں ہوئی اور اس کے مطابق سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ رمضان المبارک کے مہینوں کے

روزے فرضیت کے بعد رکھے، اس کے بعد آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا۔

قرآن مجید برہان رشید میں روزے کا تذکرہ خالق کائنات جل جلالہ نے مختلف طرق سے کیا ہے ایک تو یہی آیت کریمہ جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی جس میں روزے کی فرضیت کا ذکر ہے اور اس کے بعد سورہ احزاب میں خالق کائنات جل جلالہ نے آیت نمبر ۳۵ میں جہاں مختلف اوصاف کے حامل مرد اور خواتین کا ذکر کیا اور ان کے لئے اجر عظیم کا اعلان فرمایا:

اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيمًا

”ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم کو تیار کیا ہے۔“

اس مقام پر بھی رب ذوالجلال نے جن شان والے مردوں اور شان والی

عورتوں کا تذکرہ کیا تو اس میں یہ فرمایا:

وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ (الاحزاب: ۳۵)

”وہ مرد جو روزے رکھتے ہیں اور وہ عورتیں جو روزے رکھتی ہیں۔“

یہ وہ مرد و خواتین ہیں کہ جن کے لئے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے اور

خالق کائنات جل جلالہ نے ان کے لئے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

آیت نمبر 3

قرآن مجید برہان رشید میں جہاں اہل جنت کا ذکر ہے۔ وہ لوگ کہ جن کو

ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے تو وہاں پر خالق کائنات جل

جلالہ کا ارشاد ہے:

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ

”وہ بندے پسندیدہ زندگی میں ہوں گے۔

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ

اوپرچی جنت میں ہوں گے۔

قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ

جس کے گچھے جھکے ہوئے ہوں گے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ

سورة الحاقة: ۲۱ تا ۲۴

(اس وقت ان کو یہ کہا جائے گا کہ) تم کھاؤ، پیو خوشی کے ساتھ۔ اس کی وجہ سے کہ جو

تم نے دنیا میں روزے رکھے تھے۔

بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ

یہاں پر ایام خالیہ سے مراد کون سے دن ہیں، حضرت وکیع رضی اللہ عنہ کی

تفسیر کے مطابق ایام خالیہ ان دنوں کو کہا گیا ہے جن دنوں میں ایک بندہ دنیا میں

روزے رکھے گا ان دنوں کا حوالہ دے کر جنتیوں سے فرشتے کہیں گے کہ جو تم نے دنیا

میں روزہ رکھا تھا، کچھ وقت تو نے کھانے پینے کے بغیر گزارا تھا تو آج اس کے

بدلے میں رب ذوالجلال تجھے جنت میں یہ نعمتیں عطا فرما رہا ہے۔

آیت نمبر 4

قرآن مجید برہان رشید میں خالق کائنات جل جلالہ نے کچھ مردوں کے

اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا:

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ (التوبہ: ۱۱۲)

”توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے۔“

تو یہ یہاں پر جو لفظ سائحون ہے اس کا معنی صائمین (روزے دار) ہے۔ تو اس طرح قرآن مجید برہان رشید کے اندر مختلف طریق سے، یعنی مختلف الفاظ میں خالق کائنات جل جلالہ نے اس عظیم عبادت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

روزہ کے اسرار و رموز، حکمتیں اور فوائد

روزے کے اسرار و رموز، اس کی حکمتیں اور اس کے جو مقاصد ہیں ان کو اگر ہم سامنے رکھیں تو پورا جہان ایسے فوائد سے بھرا ہوا ہے کہ جو رب ذوالجلال نے اس اہم عبادت میں ہمارے لئے رکھے ہیں۔

اس کا سب سے پہلا فائدہ اور سب سے بڑا فائدہ وہی ہے جس کو رب ذوالجلال نے لعنکم تنقون سے بیان کیا کہ تم پر روزہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ تمہیں پرہیزگاری حاصل ہو جائے اور تم پارسا بن جاؤ۔

اس طویل گفتگو کو مختلف حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے ہم روزے کی سب سے پہلی اور بڑی حکمت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

حکمت نمبر 1 روزہ تعلق باللہ کا قوی ذریعہ

روزہ تعلق باللہ کا ایک قوی ذریعہ ہے۔ بندے کا جو اپنے رب سے تعلق ہے اس تعلق کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے۔

ایک انسان کا جو اپنے خالق کے ساتھ تعلق ہے اس تعلق کی جو روح ہے، وہ روزہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ رب کو اخلاص بڑا پسند ہے تین چیزیں ہیں کہ بندے کا جو اپنے رب کے ساتھ تعلق ہے اس کے اندر انکا بنیادی کردار ہے یہ تین چیزیں یہ ہیں:

نمبر 1 اخلاص ہے۔

نمبر 2 ایمان بالغیب ہے۔

نمبر 3 امانت ہے۔

یہ تینوں چیزیں روزے کے اندر پائی جاتی ہیں۔

نمبر 1 اخلاص

اب جس وقت ایک انسان نے روزہ رکھا ہوا ہے تو باقی تمام عبادات کے مقابلے میں روزے کے اندر اخلاص کے زیادہ مواقع ہیں۔ چونکہ باقی عبادات ایسی ہیں کہ ان کے ادا کرتے وقت بندہ نظر آتا ہے کہ فلاں بندگی کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کا اپنا دل نہ بھی ہو کہ مجھے کوئی دیکھے لیکن پھر بھی اس کو دیکھا جاسکتا ہے۔

جس وقت وہ نماز پڑھتا ہے تو نماز کا ایک ڈھانچہ ہے۔ ایک حیثیت ہے کہ جس میں وہ ہوگا تو دیکھنے والے کو نظر آئے گا۔

زکوٰۃ دیتا ہوا وہ نظر آسکتا ہے۔ مگر روزہ ایک ایسی چیز ہے کہ جب بندہ حالت روزہ میں ہو تو کوئی بندہ کسی بندے کے ساتھ حالت روزہ کو نہیں دیکھ سکتا۔

یہ ایسی صورتحال ہے کہ جس میں بہت زیادہ خلوص پایا جاتا ہے تو اس بنیاد پر رب ذوالجلال کے ساتھ جو بندے کا تعلق ہے۔ اس کو خلوص سے پانی ملتا ہے اور

خلوص سے وہ تعلق استوار ہوتا ہے تو یہ حالت روزہ ہے کہ جس میں یہ صفت بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

نمبر 2 ایمان بالغیب

دوسرے نمبر پر بندہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ایمان بالغیب رکھتا ہے تو اب عملاً ایک انسان جو بند کو ٹھری میں بیٹھا ہے۔ اسے نہ دوست دیکھ رہے ہیں، نہ رشتہ دار دیکھ رہے ہیں اور کھانے پینے والی چیزیں سامنے موجود ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کھانے پینے سے رکا ہوا ہے۔ اسے شدید بھوک بھی ہے، پیاس بھی ہے مگر پھر بھی نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے۔ عملاً اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ میں تو رب کو نہیں دیکھ رہا مگر میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

ایمان بالغیب کو بڑی شان کے طور پر سورہ البقرہ کے آغاز میں متقی لوگوں کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا تو حالت روزہ ایمان بالغیب کی عملاً ایک شکل ہے کہ ایک بندہ ظاہر کر رہا ہے کہ واقعی میں بغیر دیکھے بھی رب کو موجود سمجھتا ہوں اور میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اس سے اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتا۔ اگرچہ میں ساری آنکھوں سے چھپ جاؤں مگر اپنے رب سے نہیں چھپ سکتا تو اس بندگی میں بندہ ایمان بالغیب کا عملاً ثبوت پیش کر رہا ہے۔ لہذا اس سے بھی اس کا اپنے مولا کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے۔

نمبر 3 امانت

تیسرے نمبر پر امانت پورے دین کے اندر پھیلا ہوا ایک مفہوم ہے تو حالت

روزہ میں ایک انسان پوری طرح امانت داری کا عملاً ثبوت دے رہا ہے۔ اگر خیانت کرنا چاہے تو اس کے پاس کتنے مواقع ہیں۔ کہیں چھپ کر کھالے، کسی سے اوجھل ہو کے کھائے اور کوئی چیز بھی جو مفطرات صوم سے ہے اس کو استعمال کر لے لیکن جب وہ ایسا نہیں کرتا تو عملاً اس نے اپنے آپ کو امانت کا علمبردار بنایا ہوا ہے کہ میرے پاس جو رب ذوالجلال کی دی ہوئی روزے کی سوغات ہے، میں اس میں خیانت نہیں ہونے دوں گا اور اس کے اندر امانت رکھوں گا تو یہ تین چیزیں جو رب ذوالجلال کو بڑی پسند ہیں۔ ان تینوں چیزوں کی تجسیم اور عملی شکل حالت روزہ میں بندہ کو محسوس ہوتی ہے اور اسے اس بات کی لذت آتی ہے۔ اس واسطے جب وقت افطار ہوتا ہے تو اس کو ایک خوشی محسوس ہوتی ہے اور اسے اس بات کی لذت آتی ہے کہ میں نے آج کا سارا دن اپنے رب کے کہنے پر گزارا ہے حالانکہ مجھے کسی نے باندھا نہیں تھا، کسی نے جکڑا نہیں تھا۔ میں نے اپنی خوشی سے محض اللہ کو راضی کرنے کے لئے یہ کام کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ

مشکوٰۃ: ۱۷۳

روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک تو وہ خوشی کہ جب بندہ وقت معین پر روزہ افطار کرتا ہے (کہ میں کتنا اچھا ہوں کہ میں نے اپنے رب کے کہنے پر پابندی کی ہے) اور دوسری وہ خوشی کہ جب جنت الفردوس میں اس روزے کے نتیجے کے طور پر

بندے کو اپنے رب کا دیدار میسر آئے گا۔

تعلق باللہ کے لحاظ سے اس بات کو اگر ہم اچھی طرح سمجھنا چاہیں تو سید عالم ﷺ کا فرمان بخاری شریف میں بھی ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو حدیث نبوی اور حدیث قدسی بھی ہے۔ محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ

”بندے کا ہر نیک عمل اس کو اللہ کے ہاں کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

وہ ایک روپیہ دے تو دس بنادے جاتے ہیں، سو بنادے جاتے ہیں، سات سو بنادے جاتے ہیں۔

الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ

ایک نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔

ایک نیکی دس تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اپنی مثل دس کر دی جاتی ہے یعنی گیارہ

بن جاتی ہیں اور یہاں دس سے لے کر سات سو تک اور سات سو بھی آخری حد نہیں۔

اس سے بھی آگے نیکی کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ مگر روزہ کے بارے میں رب ذوالجلال

فرماتا ہے اسے محض اتنا نہ سمجھو کہ جتنا دوسری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ فرمایا:

إِلَّا الصَّوْمُ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ

مشکوٰۃ: ۱۷۳

روزے کا کیا کہنا روزہ تو میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں آپ دینے والا ہوں۔

رب تعالیٰ اور روزہ

اب یہاں سے یہ سمجھئے کہ روزے کی وجہ سے ایک بندے کا تعلق اللہ سے کتنا مضبوط ہوتا ہے۔ ساری عبادتیں اس کے لئے ہیں۔ ہم نماز بھی اس کے لئے پڑھتے ہیں، صدقہ بھی اس کے لئے دیتے، زکوٰۃ بھی اسی کی رضا کے لئے، حج بھی اسی کے لئے، جہاد بھی اسی کے لئے، تبلیغ بھی اسی کے لئے ہے، لیکن وہ کہتا ہے:

إِلَّا الصَّوْمُ

”مگر روزہ

فَاتَّه لِي

وہ میرے لئے ہے

وَأَنَا أَجْزِي بِهِ

اور اس کی جزا میں دیتا ہوں۔“

حالانکہ سجدوں کی جزا بھی وہی دیتا ہے اور حج کی جزا بھی وہی دیتا ہے، ہر اچھے کام کی جزا وہی دیتا ہے لیکن اس نے بطور خاص روزے کو اپنی طرف منسوب کیا تو جب روزہ رب کی طرف ساری عبادتوں میں سے منفرد طریقے سے منسوب ہوا تو پھر روزہ جس روزے دار کے ساتھ قائم ہے۔ وہ اس بندے کو بھی اپنے رب کی ذات کے ساتھ متعلق بنا دے گا۔

الصَّوْمُ لِي فِي سَبِيلِ وَجْهِ

یہ تعلق باللہ کا بڑا جاندار ذریعہ ہے اور اس کے اندر بڑی حکمتیں ہیں۔ اب

دیکھو جب رب ذوالجلال نے یہ فرما دیا کہ روزہ میرے لئے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی معبودان باطلہ ہیں ان میں سے کسی کے لئے روزہ نہیں رکھا گیا باقی ساری عبادتیں ان جھوٹوں کے لئے جھوٹوں نے کیں۔ مثلاً بتوں کو لوگ سجدے کرتے رہے بتوں کے نام پر لوگ نیازیں ان کے سامنے پیش کرتے رہے۔ بتوں کے گرد چکر لگا کے لوگ طواف کرتے رہے۔ مگر روزہ کبھی بھی معبود باطل کے لئے نہیں رکھا گیا۔ روزہ ہر دور میں خدا کے لئے رکھا گیا ہے۔ اس واسطے اللہ نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اگرچہ کچھ باطل مذہبوں میں روزے کا تصور ہے وہ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ بدھ مت ہے یا ہندو مت ہے ان کے اندر بھی کچھ وقت ایسا گزارا جاتا ہے مگر وہ ان کے نزدیک کسی معبود کی رضا کے لئے نہیں ہوتا وہ اپنے طور پر اپنے آپ کو شہوت سے دور رکھنے کے لئے یا ان کا جو اپنے باطن کی صفائی کا نظریہ ہے، اس کے لحاظ پر ایسا کرتے ہیں۔ وہ کسی معبود کی خوشنودی کے لئے روزہ نہیں رکھتے تو روزے کا یہ امتیاز باقی رہا کہ روزہ جب بھی رکھا گیا ہے، صرف اللہ کے لئے رکھا گیا ہے۔ تو اللہ نے فرمایا، یہ میرا ہے، میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں آپ عطا فرماتا ہوں۔

الصَّوْمُ لِي کی دوسری وجہ

ایسے ہی نہ کھانا اور نہ پینا اللہ کی صفات ہیں تو بندے نے کچھ وقت یہ کوشش کی کہ میری بھی میرے رب سے مناسبت پیدا ہو جائے، جب میرا رب نہیں کھاتا پیتا تو میں بھی کچھ وقت ایسے گزاروں۔ اگرچہ بندہ محتاج ہے کھانے پینے کے بغیر

زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن پھر بھی اس نے کچھ اپنے رب کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو اس وجہ سے روزہ تعلق باللہ کا ایک حسین اسلوب ہے۔

ایک تو ہمیشہ یہ روزہ صرف خدا کے لئے رکھا گیا اور دوسرا اس میں بندہ اپنے رب کے ساتھ مناسبت قائم کر رہا ہے اور کچھ وقت نہ کھا کے نہ پی کے اس نے اپنے اندر اپنے رب کی صفت کی جھلک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے اس کا اپنے رب کے ساتھ تعلق مضبوط ہو گیا ہے۔

الصَّوْمُ لِي کی تیسری وجہ

اسی پہلی حکمت کے اندر ہم جو حدیث کی حکمتیں بیان کر رہے تو اللہ نے جو روزے کو اپنی طرف منسوب کیا تو اس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ اللہ نے اس کے شرف کو ظاہر کرنے کے لئے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

مثال کے طور پر پوری زمین اللہ کی ہے ہر گھر اللہ کا ہے لیکن ہر گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جاتا۔ وہ خاص گھر ہے کہ جس کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے۔ بیت اللہ خاص گھر کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا جو اللہ کے ساتھ تعلق ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق اور اس شرافت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ باقی دنیا کے گھروں پر میرا وہ کرم نہیں ہے جو میری رحمت اس گھر پر برستی ہے تو خالق کائنات جل جلالہ نے جیسے اس مقام پر نسبت تشریف کی ہے، اس گھر کو شرف دینے کے لئے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔

ایسے ہی اگرچہ ہر عبادت اللہ کے لئے ہے مگر اس نے تمام عبادتوں میں سے روزے کو بطور خاص اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ میرا ہے اور میں اس کی جزا دینے

والا ہوں تاکہ پتا چل جائے کہ جتنے انوار و تجلیات روزے کے سبب بندے کو ملتے ہیں اور اس کی وجہ سے جتنا بندے کا اپنے مولا کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے، یہ روزے کی ایک منفرد شان ہے۔

الصَّوْمُ لِي کی چوٹی وجہ:-

بے ریا عمل رب ذوالجلال کو بہت زیادہ پسند ہے اور روزہ میں بالکل ریا نہیں ہے باقی تمام عبادات کا کوئی نہ کوئی ڈھانچہ ہے اس عبادت کا کوئی ڈھانچہ نہیں جس سے دیکھنے والے کو پتہ لگے کہ روزہ ادا کیا جا رہا ہے۔ تو روزہ ایک ستر ہے جسکو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کوئی کہے انا صائم (میں روزہ دار ہوں) یہ جملہ بھی حقیقت روزہ پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہو سکتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔ مرقاۃ ۲۳۲/۴

ایسے ہی اس حدیث شریف کے اندر جس وقت یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ میرا ہے اور جزا میں ہی دیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ نماز کی جزا بھی اللہ ہی دیتا ہے لیکن یہ اللہ کی طرف سے واضح کر دیا گیا کہ نماز کی جزا فرشتوں کو لکھوادی جاتی ہے کہ فلاں نے اتنے خشوع سے نماز پڑھی، اس کو ہزار نیکی دے دو، فلاں نے اس سے بڑھ کر پڑھی اس کا دل پوری طرح حاضر رہا اور وہ لفظ و معنی کے اندر ڈوب کے اللہ کی بارگاہ میں اپنی عبادت کو پیش کرتا رہا تو اس کو دو ہزار نیکیاں دے دو۔

یہ رب ذوالجلال کی طرف سے فرشتوں کو لکھوایا جاتا ہے لیکن رب فرماتا ہے کہ روزے پر جو نیکی ملتی ہے اور جو اجر و ثواب ملتا ہے اسے کوئی فرشتہ نہیں جانتا اس کو

میں ہی جانتا ہوں، میں بتاؤں کہ کس عدد کی ضرورت ہے تب فرشتوں کو پتہ چلے گا کہ اس کا ثواب اتنا ہے، اتنا ہے، اور روزہ ایسا ہے کہ جس کے ثواب کو کوئی عدد شمار ہی نہیں کر سکتا۔

اس واسطے خالق کائنات جل جلالہ نے فرمایا: یہ میرا ہے اور اس کی جزا میں دیتا ہوں تو ان حکمتوں کے پیش نظر اس حدیث شریف سے ہم نے اس نسبت کو اخذ کر لیا کہ روزہ وہ عبادت ہے جو تعلق باللہ کا بڑا حسین ذریعہ ہے اور جس کی وجہ سب سے بڑی جو ضرورت ہے کہ بندے کا اس کے رب سے رشتہ مضبوط ہو اور تعلق مضبوط ہوتا جائے۔ روزہ یہ کام بندے کے لئے آسان کرتا ہے اور بندے کو اپنے رب کے دربار میں بندگی کے لحاظ سے منفرد مقام عطا فرماتا ہے۔

حکمت نمبر 2 ظاہری زندگی اور اس کا نکھار

روزے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ اس سے ظاہری زندگی بھی ہے اور زندگی کا نکھار بھی ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کے بعد انسان کو زندہ رہنے کے لئے زندگی کی ضرورت ہے اور زندگی ایسے ہی نہیں، صحتمند زندگی کی ضرورت ہے۔ نکھار اور بہار والی زندگی کی ضرورت ہے تو روزہ کا فائدہ یہ ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ یہ بندے کو طبی طور پر نکھار عطا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے بندے کی زندگی برقرار بھی رہتی ہے اور زندگی میں بہار بھی آتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں اس کو ابن سنی نے اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام کا فرمان ہے:

صُومُوا تَصِحُّوا

”روزہ رکھو اور صحت پاؤ۔“

یہ حکم ہے ہمارے نبی ﷺ کا۔ روزہ رکھو اور تندرستی پاؤ۔

صُومُوا تَصِحُّوا

روزہ رکھو تم تندرست ہو جاؤ گے، تمہیں صحت ملے گی۔ اب اس صحت سے ظاہری بدن کی صحت مراد ہے کہ تم میڈیکل طور پر اتنے موزوں ہو جاؤ گے کہ تمہارے بدن سے جو فاضل مادے ہیں ان کا خروج ہو جائے گا اور اس لحاظ سے تمہاری جو قوت انہضام ہے اس کے اندر موزونیت آجائے گی تو سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ نے فرمایا

”تم روزہ رکھو، روزے کی وجہ سے تمہیں جسمانی طور پر صحت میسر آئے گی۔“

یہاں تک کہ اگر طب کے سارے اصولوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو روزے کا ایک شعبہ بنتا ہے۔ قرطبی میں موجود ہے ایک بڑا ماہر حکیم تھا اور وہ نصرانی تھا، وہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ تمہارے قرآن میں طب کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے، حالانکہ علم کی دو ہی قسمیں ہیں:

الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْأَدْيَانِ وَعِلْمُ الْأَبْدَانِ

”علم دو ہیں ایک ادیان کا علم اور دوسرا ابدان کا علم۔“

تمہارے قرآن میں دین کا علم تو ہے لیکن اس میں علم ابدان یعنی طب کا علم نہیں ہے۔ اس واسطے ہم تمہارے قرآن کو اتنی جامع کتاب نہیں مانتے جتنا اس کو تم

سمجھتے ہو، اس لئے کہ اس میں ایک قسم کا علم تو ہے یعنی آدھا علم ہے، آدھا نہیں ہے تو امام زین العابدین فرمانے لگے:

تم میرے نانا جی کے سارے قرآن کی بات کرتے ہو۔ آؤ! میں تم پر واضح کرتا ہوں کہ پورا قرآن تو پورا قرآن رہا، قرآن مجید کا کوئی پارہ تو پارہ رہا، کوئی رکوع تو رکوع رہا، کوئی آیت مکمل تو اپنی جگہ رہی، میرے محبوب علیہ السلام کے قرآن کی نصف آیت میں اللہ نے پوری طب بھردی ہے۔ اس نے کہا کیسے؟
تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (سورة الاعراف: ۳۱)

”کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔“

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بغیر حاجت کے کھانا یعنی بھوک اچھی طرح نہیں لگی مگر کھانا کھالیا ہے بغیر ضرورت کے کھانا اور دوسری یہ کہ پیٹ بھر کر کھا لینا اور پیٹ بھر کر پینا۔ فرمانے لگے۔ پوری آیت تو اپنی جگہ رہی نصف آیت میں ساری طب موجود ہے۔ اس نصرانی نے کہا:

یہ ٹھیک ہے میں مان گیا کہ تمہارے قرآن میں تو بہت زیادہ طب ہے اور واقعی نصف آیت جو ہے وہ سارے طبیعوں کے لئے کافی ہے اور سارے مریضوں کے لئے کافی ہے۔ اگر اس پر عمل کر لیں تو کسی کا کوئی مرض باقی نہیں رہے گا۔

اس واسطے کہ اصل میں معدہ ہی ساری بیماریوں کا مرکز ہے جب اس میں صحت ہوگی تو سارے بدن میں صحت ہوگی۔ پھر اس نے دوسرا سوال کر دیا کہنے لگا

کہ تمہارے نبی ﷺ نے طب کے بارے میں کچھ بیان نہیں کیا۔

اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میرے محبوب علیہ السلام کے فرامین طب کے بارے میں بہت زیادہ ہیں میں تجھے صرف ایک فرمان ان میں سے سناتا ہوں اور وہ فرمان جس وقت سنایا۔ طبرانی میں اس سے ملتا جلتا مفہوم ہے اور میں جو سند کے لحاظ صحیح روایت ہے وہ پڑھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مَا مَلَأَنَّ آدَمَ وَعَاءٌ شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ

”کسی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں جتنا پیٹ کے برتن کو بھر دینا برا کام ہے۔“

کسی چیز کو بھرنا اتنا فبیح نہیں اور کسی چیز کو لبالب بھر دینے میں اتنی قباحت نہیں ہے جتنا پیٹ کو پوری طرح بھرنے میں قباحت ہے، رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے:

بَحْسَبُ لِقِيَمَاتٍ

”بندے کے لئے چند لقمے کافی ہیں۔“

يُقْمَنُ صُلْبُهُ

”جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔“

یعنی بندے کے پیٹ میں اتنی غذا ہونی چاہئے، جس سے اس کا نظام زندگی بحال رہے۔ رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث جس وقت حضرت امام زین العابدین نے پیش کی تو وہ نصرانی کہنے لگا:

مَا تَرَكَ كِتَابُكُمْ وَلَا نَبِيُّكُمْ لِجَالِيَنَؤُسَ شَيْئًا (قرطبی: ۱۷۲/۱/۴)

تمہارے قرآن نے اور تمہارے نبی ﷺ نے تو جالینوس کے لئے پیچھے کوئی طب چھوڑی ہی نہیں ہے۔“

ساری طب قرآن نے بھی بیان کر دی ہے اور ساری طب تمہارے نبی ﷺ نے بھی بیان کر دی ہے اور جالینوس کے لئے کوئی طب باقی نہیں رہ گئی۔ جس بات کو اس نصرانی نے بھی تسلیم کیا اور جس کو ساری طب کا مرکز قرار دیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ انسان اپنے بدن کے لحاظ سے مناسب کھائے اور کچھ وقت اپنے معدہ کو خالی بھی رکھے اور اپنے آپ کو کھانے میں اصراف سے بچا کر رکھے۔ اسلام میں اس کا سالانہ کورس روزے کی شکل میں کروایا جاتا ہے۔ اس واسطے روزے کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہماری اس دوسری حکمت کے لحاظ سے بڑا ہی مناسب ہے کہ محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

خَيْرُ الدَّوَاءِ الْعَزْمُ

بہتر دوا بھوکا رہنا ہے۔

محاسن اسلام: ۱۹

سب سے بہتر دوا یہ ہے اور سب سے بہتر علاج بندے کے لئے یہ ہے کہ اپنے شکم کو خالی رکھے کیونکہ بیماریاں بنتی تب ہیں جب وہ زیادہ کھاتا ہے اور اس کے بعد آگے سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک بادشاہ نے طبیب بھیجا تھا کہ جو صحابہ کرام بیمار ہو جائیں گے، یہ ان کا علاج کرے گا۔ وہ کافی طویل مدت رہا اور پھر کہنے لگا،

یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دے دو میں واپس چلا جاؤں۔ مجھے تو بھیجا گیا تھا کہ تمہارے صحابہ کرام کا علاج کروں گا اور اتنی دیر ہو گئی ان میں سے تو کوئی بیمار ہوا ہی نہیں۔ تو میں گھر جاتا ہوں۔

تو میرے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ بیمار نہیں ہوتے۔ ان واسطے کہ جب تک شدت سے بھوک نہ لگ جائے۔ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے۔ اور جب کھاتے ہیں تو آدمی بھوک ابھی باقی ہوتی ہے کہ کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس واسطے ان کے ہاضمے بالکل صحیح ہیں۔

تو یہ جو صورتحال روزے میں ہمارے لئے لازم کی گئی ہے اس میں انسان کی حقیقی زندگی ہے۔ اس کے اندر زندگی کی قوت بھی ہے، نکھار بھی ہے اور بقا بھی ہے۔ لہذا طب کے لحاظ سے روزے کی یہ حکمت ہے کہ اس میں ہماری یہ زندگی بھی ہے اور زندگی کا نکھار بھی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم ہی نہیں ایک یورپین کیتھولک ڈاکٹر جس کا نام جعفرائے ہے، اس نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

روزہ کائنات میں ہر طرف ہے، حیوان بھی رکھتے ہیں، درخت بھی رکھتے ہیں اور جب پوری کائنات اپنی صحت کے لئے رخصت ہو کر ضرورت اختیار کرتی ہے۔ حیوان بھی کچھ وقت ایسا گزارتے ہیں تو پھر انسان کو بھی صحت کے لئے روزہ رکھنا چاہئے۔

یعنی یہ اس کا اپنا سروے تھا۔ اس سلسلہ میں اس نے بڑی طویل بحث کے بعد اس بات کو ثابت کیا، کہتا ہے کہ:

برقانی علاقوں میں کئی کئی مہینوں تک جانور غائب ہو جاتے ہیں اور ہمارے علاقوں میں بھی سانپ وغیرہ ایک وقت تک پوشیدہ ہوتے ہیں اور جن علاقوں میں برفباری ہوتی ہے وہاں تو کئی کئی ماہ تک کچھ پرندے بھی غاروں میں ہوتے ہیں۔ کچھ جانور بھی غاروں میں ہوتے ہیں اور وہ اس حالت کے اندر اپنا ایسا کورس مکمل کر رہے ہوتے ہیں جس کو انگلش میں Hibernation کہا جاتا ہے۔ یعنی سردی کی نیند ایک لمبا season وہ گزارتے ہیں۔ جب وہ وقت گزر جاتا ہے اس کے بعد جب وہ باہر نکلتے ہیں تو ان کی کھالیں چمک رہی ہوتی ہیں۔ پرندوں کے نئے پر آچکے ہوتے ہیں اور ان کو نئی تازگی ملی ہوئی ہوتی ہے کیونکہ کہ وہ اپنا روزے والا وقت گزار چکے ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کو صحت مل گئی ہے۔ یہ تم دیکھتے ہو کہ ایک وقت آتا ہے سانپ کی کھال بدل جاتی ہے اور سانپ اپنی جھلی کو بدلتا ہے تو وہ اس کا ایک روزے کا انداز ہے جس کی وجہ سے اس سے فاضل مادے باہر نکل گئے تو اس کو پھر چمکدار کھال مل گئی۔

ایسے ہی ہمارے لئے روزہ ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے:

لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْبَدَنِ الصَّوْمُ

اتحاد سادۃ المتقین: ۳۹۵/۷ دار الفکر

”ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔“

اب جب زکوٰۃ نکلتی ہے تو پیچھے چیز پاک ہو جاتی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ عید کے دن روزے دار کے چہرے پر چودھویں کے چاند جیسی چمک آ جاتی ہے۔ نکھار آ جاتا

ہے کہ اس نے اپنی زکوٰۃ نکال دی ہے اور زکوٰۃ نکالنے کے لحاظ سے ظاہری طور پر اس کا بدن بالکل سلامت ہے۔

اس میں چمک آگئی ہے اور اس کو یہ صورتحال میسر ہے۔ وہی صورتحال کہ جب برفباری ہوتی ہے۔ موسم خزاں ہوتا ہے تو درختوں کے پتے گر جاتے ہیں اور پھر وہ وقت آتا ہے کہ نئے شگوئے نکلتے ہیں جو نازک خوشبودار لے اور چمکدار ہوتے ہیں کہ جس سے زمانے میں بہار آتی ہے۔ یہ کیوں ایسا ہوا؟

اس واسطے کہ انہوں نے روزوں کا وقت گزار لیا ہے اور اب ان کی عید کا زمانہ آگیا ہے، درختوں کے اندر بھی فاضل مادے ہوتے ہیں۔ درختوں کی صحت کے لئے ان کا خروج ضروری ہوتا ہے۔ وہ پتوں میں جمع ہو جاتے ہیں اور پتے ان سے جدا ہو جاتے ہیں۔ ان کے روزے کے موسم کے اندر جب پتے جدا ہو گئے اب نیاز مانہ آیا۔ وقت آیا تو نئے پتے نکلے، بہار آگئی، تازگی آئی تو بعینہ ڈاکٹر نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں تو انسانیت کی بقا کے لئے اور انسان کی بہتری اور نشوونما کے لئے بھی اس کو دیکھنا چاہئے کہ کچھ وقت وہ حالتِ روزہ میں گزارے اور یہ ہمارے دین کی حکمتیں ہیں کہ ہمیں رب ذوالجلال نے دہری اور بلکہ کئی لحاظ سے تہہ در تہہ فوائد عطا فرمائے ہیں۔

ایک طرف یہ حالت کہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ اللہ خوش ہو رہا ہے کہ یہ میرے فرمانبردار بندے ہیں، یہ سرکش نہیں ہیں، باغی نہیں ہیں، کہ میں کہوں کہ تم نے نہیں کھانا اور یہ پھر چھپ کے کھا جائیں۔ اللہ خوش ہو رہا ہے، وہ ذوالعرش

خوش ہے کہ انہوں نے میری بات مانی ہے اور میرے بندے میری اطاعت کر رہے ہیں اور دوسری طرف یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایسا موقع دیا ہے اور طبی طور پر ہمیں وہ سہولت میسر آئی ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارے بدن کی صلاحیتوں میں نکھار آنے کا زمانہ ہے۔

حکمت نمبر ۳

حقیقی زندگی کا جو بن

حقیقی زندگی بھی روزے سے ہے۔ حقیقی زندگی کیا ہے؟ حقیقی زندگی یہ ہے کہ بندے کا دل روشن ہو اور بندے کے دل میں اجالا ہو کیونکہ قرآن مجید میں زندگی چلنے پھرنے کا نام نہیں ہے۔ حقیقی زندگی یہ ہے کہ بندے کا دل چمک والا ہو۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب کبھی گردن جھکائی دیکھ لی
چودہ طبق دے دے اندر تنہو و نگن مانے ہو

وہ انداز جو دل کا ہے کہ دل اتنا روشن ہو کہ لوح محفوظ کی تحریریں بھی اس سے پڑھی جاسکیں تو یہ دل کو روشنی روزے کی وجہ سے ملتی ہے۔ کیوں؟

اس واسطے کہ اگرچہ جو ہمارا روزہ ہے اس سے ہم اتنا کچھ حاصل نہیں کر سکتے لیکن خواص کا جو روزہ ہے، وہ یقیناً انہیں اس حقیقی زندگی کے آخری مرحلے تک لے جاتا ہے۔ یہ انسان کی طبیعت کا حصہ ہے کہ جس وقت بندے کا نفس پوری طرح سیر ہو جاتا ہے تو اس کے سارے اعضاء بھوکے ہو جاتے ہیں۔ اعضاء کی اپنی شہوت اور

نفس کی اپنی شہوت ہے۔

نفس کی شہوت ہے کہ مجھے کھانے کو ملے اور اعضاء کی شہوت یعنی آنکھ کی شہوت یہ ہے کہ میں نا جائز دیکھوں، کان کی شہوت یہ ہے کہ میں نا جائز سنوں اور زبان کی شہوت یہ ہے کہ میں گندی باتیں کروں، ہاتھ کی شہوت یہ ہے کہ میں نا جائز جگہ پر لگوں اور قدم کی شہوت یہ ہے کہ میں حرام وادی کی طرف چل کے جاؤں۔

اب جس وقت بندے کا نفس سیر ہو گیا تو سارے اعضاء بھوکے ہو گئے۔ اب وہ مست ہے اس کی آنکھ چاہتی ہے میں اپنی بدکاری کر لوں، زبان چاہتی ہے میں اپنی بدکاری کر لوں، آنکھ چاہتی ہے میں اپنا گناہ کر لوں، ہاتھ چاہتے ہیں، ہم اپنا گناہ کر لیں اور قدم چاہتے ہیں ہم اپنا گناہ کر لیں۔

یہ ساری بیماریاں اس لئے پیدا ہوئیں کہ نفس مست ہو گیا ہے، نفس سیر ہو گیا ہے۔ نفس کھا کھا کے پوری طرح دھت ہو گیا ہے، اعضاء سارے بھوکے ہو گئے ہیں۔ لہذا ایک کشمکش بدن میں جاری ہو گئی اور ایک جنگ چھڑ گئی۔ انسان کی روحانیت کہتی ہے کہ اللہ کے دربار میں رہو، شیطانیت کہتی ہے کہ نکل کے باہر چلے جاؤ۔

لیکن اگر بندے کا نفس بھوکا ہو تو پھر کیا ہوتا ہے، سارے اعضاء سیر رہتے ہیں۔ نفس جب بھوکا ہوگا تو کان کو گناہ کرنے کا خیال نہیں ہوگا، آنکھ کو بھی گناہ کرنے کا خیال نہیں ہوگا، ہاتھ کو بھی بدکاری کا خیال نہیں ہوگا، قدم کو بھی بدکاری کا خیال نہیں ہوگا۔

تو پھر اچھا یہ ہے کہ ایک چیز کو بھوکا رکھا جائے تاکہ باقی ساری برائیوں سے

بندہ محفوظ ہو جائے۔ تو اس کا باقاعدہ کورس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں دیا گیا ہے وہ یہ روزہ ہے جس کی وجہ سے نفس کو بھوکا رکھا جاتا ہے۔ جب نفس کو بھوکا رکھا جاتا ہے تو سارے اعضاء اللہ کی رضا میں مست ہو جاتے ہیں۔ سارے اعضاء بدی سے دور رہتے ہیں اور برائی سے باز رہتے ہیں۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے جس وقت ظاہری اعضاء پاک ہوتے ہیں تو اس کا اثر دل پر جا پڑتا ہے اور دل چمک والا ہو جاتا ہے۔

اب دیکھئے کہ یہ ایک قدرتی طریقہ کار ہے کہ یہ جو ہمارے اعضاء ہیں ان کا ایک اثر دل پہ ہوتا ہے۔ مثلاً کان نے غم والی خبر سنی لیکن اس سے بدن سارا کمزور ہو گیا اور بندے کی طبیعت پریشان ہو گئی۔ اور اس کو دل کا دورہ پڑ گیا۔ اب سنا تو کان نے تھا لیکن دل کو ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ کان کی خبر کا دل پر اثر ہو گیا ہے۔ اگر ظاہری طور پر یہ اثر ہو سکتا ہے تو پھر جب کان کو گناہوں سے بچائیں گے تو پھر اس نور کا اثر بھی دل پر ہوگا۔ آنکھ کو جب بدکاری سے بچائیں گے تو پھر اس کا اثر دل پر پڑے گا اور جب سارے اعضاء بدی سے بچ جائیں گے تو دل نور نگر بن جائے گا اور یہ وہ حقیقی زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو عطا فرماتا ہے۔

لہذا تیسری حکمت یہ ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کو ایک ایسی زندگی مل جاتی ہے کہ جس کی بنیاد پر وہ حقیقی طور پر زندہ ہوتا ہے چونکہ مومن کا باطن ظاہر کا ایک حوالہ ہوتا ہے اور ظاہر باطن کے لئے ایک حوالہ ہوتا ہے۔ جس کا باطن جتنا خالی ہوتا ہے۔ ظاہر اتنا ہی چمک والا ہوتا ہے اور یہ حکماء کے نزدیک مشہور ہے:

جب پیٹ لقمہ سے بھر جاتا ہے تو پھر ذہن حکمت سے خالی ہو جاتا ہے۔

اور جب پیٹ لقمہ سے خالی ہوتا ہے تو عقل حکمت سے بھر جاتی ہے۔
اس بنیاد پر یہ حقیقی تازگی روزے کے اندر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے
اپنے نظام شریعت میں تجویز فرمائی ہے۔

حکمت نمبر 4 عقل کا مطالبہ

عقل کا بھی مطالبہ ہے کہ روزہ رکھا جائے۔ وہ کیسے؟

اگر انسان کا بس چلتا ہوتا تو یہ کبھی بھی کھانے پینے کے قریب نہ جاتا کیونکہ
کھانے پینے کے اندر جو بالآخر ایک قباحت ہے اس قباحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بندہ
کبھی بھی کھانا پینا نہ کرتا، چھوڑ دیتا۔ اگر اس کی زندگی کھانے پینے کے بغیر چل سکتی ہوتی،
اگر یہ کھائے پیئے بغیر زندگی گزار سکتا ہوتا تو کبھی بھی کھانا نہ کھاتا، پانی نہ پیتا، کیوں؟
جب وہ دیکھتا کہ جو میں کھاتا ہوں یہ بنتا کیا ہے اور جب بن جائے تو پھر
اگر اندر رہے تو میں کیسے بچوں گا۔ اور اگر باہر اس کو نکالوں تو میری حالت اس وقت
کیا ہوگی۔

اگر انسان کھائے پیئے بغیر بچ سکتا ہوتا تو عقلمند کھانے پینے کے قریب ہی نہ
جاتا کہ میں جو کھاتا ہوں، پیتا ہوں وہ کتنی گندی چیز بنتی ہے اور اس کی کتنی بدبو آتی
ہے اور میں خواہ مخواہ اپنے بدن کو بدبو کا مرکز بنالوں اور اپنے اندر ایسی بدبو کو اکٹھا کر
لوں اور پھر جس وقت اس سے فارغ ہونا چاہتا ہے تو اس وقت اس کو اپنا بدن ننگا کرنا
پڑتا ہے۔ ایسی تمام قباحتوں کا بندہ کبھی بن اپنے آپ کو مرکز نہ بناتا، اگر اس کا بس
چلتا ہوتا تو کبھی بھی یہ کھانے پینے کے قریب نہ جاتا کہ کھالوں گا، پی لوں گا، تو اس کا

جو انجام ہے اس کو نبھانا بڑا مشکل ہے لیکن چونکہ بندہ آخر بندہ ہے تو اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہے، ورنہ کھانا پینا بندے کے لئے جو رکھا گیا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دبایا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا غلبہ ہے کیوں؟

اللہ تعالیٰ کو پینہ تھا کہ انہی بندوں میں سے کچھ ایسے بگڑے ہوئے ہوں گے جو میرے مقابلے میں کہیں گے کہ ہم بھی خدا ہیں۔ ہم بھی رب ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کھانا پینا لازم کیا تا کہ تم سے جس وقت یہ گندگی نکلے تو تمہیں پتہ چلے کہ رب ایسا نہیں ہوتا جس سے ایسی گندگی نکل رہی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس واسطے قہر آ بندے پر اپنی قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے بندوں پر کھانا پینا لازم کر دیا۔

اب جو چیز ایسی صورتحال کے لئے ہے یقیناً اس میں بذات خود کوئی حسن نہیں ہے اس سے بچنے میں حسن ہے تو کھانے پینے سے اجتناب کا عقل بھی تقاضا کرتی ہے کہ اصل کمال نہ کھانا اور نہ پینا ہے، کھانا پینا تو ایک مجبوری کا نام ہے۔ تو اس واسطے بندے نے کچھ وقت ایسا جو گزارہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں وہ تحفہ میں مل گیا، تو عقل بھی خوش ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے تقاضے پورے کر دیئے ہیں۔

حکمت نمبر 5 فقراء کی حالت کا ادراک

اس روزے سے فقیر کی حالت کا ادراک ہوتا ہے۔ ویسے ہمیں جتنا بھی فقیر کا تعارف کرایا جائے کہ فقیر یہ ہے اور مسکین یہ ہے تو ہمیں پتہ نہیں چلے گا کہ فقر کیا ہوتا ہے؟ بھوک گھر میں ہو تو کیا ہوتا ہے؟ تین دنوں تک کھانا نہ ملے تو حالت کیا ہوتی ہے؟ ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ کبھی بھی اس شخص کو پیادہ کی مشکلات کا پتہ نہیں ہے جو

سوار ہے اسے تب پتہ چلے گا، پیادہ کتنی مشکل میں ہے جب وہ خود پیدل چلے گا۔ اور کبھی بھی کسی شخص کو جو اپنے گھر میں بیٹھا ہے یا اپنے محلے میں رہتا ہے اسے یہ نہیں پتہ چلے گا کہ پردیسی کو کیا مصیبتیں پیش آتی ہیں اور پردیسی بننا کتنا مشکل ہوتا ہے، جب وہ پردیسی بنے گا تو پھر اس کو پتہ چلے گا کہ پردیس میں جانا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے ہی تعارف کروانے سے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ فقر کیا ہے، بھوک کیا ہے جب بندہ کچھ وقت کے لٹخو دھوکا رہا تو پھر اس کو شعور ملا ادراک آیا کہ فقر یہ ہوتا ہے۔

تو یہ روزے کی شان ہے کہ جس نے ہمیں فقراء کی حالت کے ادراک کا ایک لمحہ عطا فرمایا ہے کہ پہلے کسی کا ادراک کریں گے تو پھر کس پر رحم کر سکیں گے۔ پھر کسی کے ساتھ شفقت کر سکیں گے تو اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کر دیا کہ امراء رکھیں، فقراء رکھیں، سب رکھیں تا کہ امراء کو بھی پتہ چلے کہ بھوک کیا ہوتی ہے؟ پیاس کیا ہوتی ہے؟ گھر سب کچھ ہو اور ان کو یہ پریکٹس کروائی جائے پھر انکو فقراء کی مشکل کا پتہ چل جائے گا اور پھر دل سے جذبہ پیدا ہوگا کہ یارو ہم نے تو ایسی چند دن مشکلات کو دیکھا اور جو بے چارے ساری زندگی ایسے گزار رہے ہیں۔ ان کا کیا ہوگا تو پھر ان کے ساتھ ہمدردی کا ایک جذبہ پیدا ہو جائے گا۔

حکمت نمبر 6 فقراء و غرباء کے ساتھ یکجہتی

روزے کی چھٹی حکمت یہ ہے کہ اس سے غرباء و فقراء کے ساتھ یکجہتی ہوتی ہے۔ بندہ یہ چاہتا ہے کہ میں ان صبر والے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کروں، ان کے ساتھ میں ہاتھ بٹاؤں اور ان کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و

ثواب پالوں۔ یہ وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

مشکوٰۃ: ۱۷۳

هُوَ شَهْرُ الْمَوَاسَاتِ

”یہ ہمدردی کا مہینہ ہے۔“

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف کے مشہور ولی ہیں۔ مجھے ان کے دربار پر حاضری کا بھی شرف حاصل ہوا۔ حضرت بشر حافی سردی کے موسم میں بیٹھے ہوئے کانپ رہے تھے اور سردی والے کپڑے پاس پڑے ہوئے تھے تو کسی نے کہا کہ سردی بھی ہے اور سردی والے کپڑے بھی تمہارے پاس موجود ہیں تو ان کپڑوں کو پہن لو، تم یوں ہی سردی سے کانپ رہے ہو۔ تو حضرت بشر حافی کہنے لگے:

يَا اَخِي الْفُقَرَاءُ كَثِيرٌ لَيْسَ لِي طَاقَةٌ مُوَأَسَاتِهِمْ بِالثِّيَابِ

مرقاۃ: ۲۳۹/۴

اے میرے بھائی! فقراء بہت ہیں مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ ان سب کو کپڑے دے کر ان کے ساتھ ہمدردی کر سکوں۔

مجھے پتہ ہے کہ میرے پاس کپڑے پڑے ہیں مگر میں اس لئے نہیں پہن رہا کہ فقراء بہت زیادہ ہیں۔ جن کے پاس اس وقت سردی میں کپڑے نہیں ہیں اور مجھ میں یہ طاقت نہیں۔ میں اس لحاظ سے ہمدردی ان کے ساتھ نہیں کر سکتا کہ سب کو کپڑے لے کر دے دوں تو میں اس لحاظ سے ہمدردی کر رہا ہوں کہ اگر انہوں نے نہیں پہنے تو میں بھی نہیں پہنوں گا۔ میں نے اپنے کپڑے قریب اس لئے رکھے ہوئے ہیں اور خود کانپ رہا ہوں۔

تو یہ اس موسم کے اندر مومن ہے۔ اگرچہ کتنا بڑا مالدار ہے، ہزار کھانے

بھی دن میں کھا سکتا ہے لیکن اس نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے کیونکہ یہ مہینہ اللہ نے مسلمانوں پر لازم کر دیا کہ تم پورا مہینہ فقراء کے ساتھ یکجہتی میں گزارو۔ یہ پورا مہینہ فقراء کے ساتھ یکجہتی کا مہینہ ہے۔ اگر تم نہیں کھاتے تو ہم بھی نہیں کھاتے اگرچہ مخصوص انداز ہوگا شرائط ہوں گی لیکن حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فقراء کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے کہ دیکھو میں نے امراء کو بھی اس وصف میں تمہارے ساتھ شریک کر دیا ہے۔

حکمت نمبر 7 محاسن اخلاق کا گلشن

روزہ محاسن اخلاق کا گلشن ہے۔ روزے میں انسان کو اچھے اخلاق حاصل کرنے کا ایک وقت ملتا ہے اور یہ بھی ایک طویل حکمت کا سلسلہ ہے۔ اختصار سے کچھ اس طرح ہے۔ ابھی جب رمضان المبارک کا دن نہیں تھا تو آپ دن کے وقت کھاتے پیتے تھے، حرام نہیں تھا۔ آج دن کے وقت کھانا پینا حرام ہو گیا تو یہ کھانا پینا جو کل جائز تھا اس وقت حرام نہیں تھا اب حرام ہو گیا تو پتہ چلا کہ روزے کا اہتمام ہے کہ کچھ کام جو جائز تھے اب روزے کی وجہ سے ناجائز ہو گئے ہیں۔

لیکن کچھ کام ایسے ہیں جو روزے سے پہلے بھی ناجائز تھے تو اب وہ بطریق اولیٰ ناجائز ہوں گے۔ جب رمضان نہیں آیا تھا تو دن کو کھانا کھانا تو جائز تھا مگر فراڈ کرنا تو جائز نہیں تھا۔ تو کیا پتہ چلا کہ اس وقت روزے کے اہتمام کے پیش نظر ہمارے لئے بھوک کو لازم قرار دے دیا گیا۔ پیاس کو لازم کر دیا گیا تا کہ جب یہ صورتیں آئیں تو دل نرم ہو اور دل کی بنجر زمین زرخیز بن جائے اور اس میں پھر اچھے

اچھے پھول کھلیں۔ اس میں صدق و صفا ہو، شرم و حیا ہو، عدل و انصاف ہو اور مختلف چیزیں اس کے اندر پیدا ہو جائیں۔

لہذا روزے نے بندے کو اخلاقِ حسنہ کے لئے ایک بہترین موقع عطا کر دیا ہے کہ جس کو اچھی اچھی صفتیں اپنے اندر پیدا کرنی ہیں تو روزے نے اس کو ایک direction دے دی ہے۔ اب دیکھو انسان چھت پہ چڑھنا چاہتا ہو تو وہ سیڑھی پہ چڑھتا ہے اور سیڑھی پہ تو چڑھے مگر چھت پہ نہ بیٹھے تو اس کو بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔

ایسے ہی بھوک اور پیاس چھت پر جانے کی سیڑھی ہے۔ چھت تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔ اچھے اوصاف ہیں۔ لہذا روزہ تب روزہ بنتا ہے کہ جس وقت مقصد کو پایا جاتا ہے اور اس تقویٰ کی چھت تک انسان پہنچ جاتا ہے تو اس بنیاد پر جب اس کے ادب کے پیش نظر پہلے جائز کام بھی ناجائز ہو گئے تو جو پہلے ہی ناجائز تھے ان سے بچنا تو بہت زیادہ لازم ہو گیا۔ جس وقت انسان ان ساری چیزوں سے بچے گا تو مہینہ گزرنے کے ساتھ اچھے اخلاق کا گلشن بھی پیدا ہو چکا ہوگا۔

حکمت نمبر 8: روزہ Decipline کی عملی شکل ہے

روزہ Decipline کی ایک عملی شکل ہے کہ کھانا وقتِ معین پر لازم کر دیا گیا۔ اور وقتِ معین پر نہ کھانا لازم کیا گیا اور پھر وقتِ معین پر کھانا لازم کر دیا گیا۔ اور اگر اس وقت تاخیر کرتا ہے تو مکروہ ہو جاتا ہے کہ جب اتنی تاخیر کرے گا ستارے نکل آئیں اور جب روزہ رکھنے کا وقت ختم ہو گیا تھا اب اگر اس وقت کھاتا ہے تو روزہ ہوتا ہی نہیں ہے تو یہ روزہ انسان کو نظم و ضبط اور نظام کی پابندی کا سبق دیتا ہے

بندے کو کھانے پینے کی زیادہ چاہت ہے اور ایسی چیزوں کے ساتھ بندے کی رغبت زیادہ ہے لیکن بندہ بڑی بھوک لگنے کے باوجود اللہ کے روکنے کی وجہ سے کھانے سے رکا ہوا ہے اور ادھر اگرچہ جی نہ کر رہا ہو پھر بھی افطار کے وقت کھانا لازم کر دیا گیا ہے تو یہ روزہ ایک انسان حاکم و محکوم کے سامنے عملی طور پر ایک اطاعت پیش کرتا ہے اور ڈسپلن پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کی شکل میں ہمیں ڈسپلن قائم کرنے کا ایک درس عطا فرمایا ہے۔

حکمت نمبر 9: انداز فرضیت میں حکمتیں اور شفقتیں

روزے کی فرضیت کا جو انداز ہے اس میں بڑی حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ساری زندگی کا روزہ لازم نہیں کیا اور ساری زندگی کیا سارے سال کا بھی لازم نہیں کیا بلکہ ہر سال میں ایک مہینہ لازم کیا، ایک مہینہ کیسا اس میں بھی دن رات مسلسل روزہ نہیں بلکہ صرف دن کو روزہ ہمارے لئے لازم کیا۔

اب اللہ تعالیٰ کی اس میں جو شفقتیں ہیں اور جو ہمارے لئے حکمتیں ہیں، ان کو ملاحظہ کیجئے:

1۔ دن کے وقت روزہ فرض کرنے کی حکمت

روزہ دن کو ہے رات کو نہیں کیونکہ اگر بندہ غروب آفتاب سے پہلے کھالے اور سو جائے تو صبح تک اس کو کوئی حاجت نہیں ہے، چونکہ وہ سونے کا وقت ہے۔ وہ کام کا وقت نہیں ہے جبکہ کام میں بھوک ہوتی ہے، کام میں پیاس ہوتی ہے تو پھر یہ ہوتا کہ محض عادت پوری ہوتی، عبادت پوری نہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے عادت و عبادت میں

فرق رکھا، عبادت تب بنتی ہے۔ جب اپوزیشن ہو اور پھر بھی بندہ اس کو دبائے۔ بھوک بھی لگے، پیاس بھی لگے، لیکن پھر بھی بندہ اس کو دبا کے رکھے تو روزہ بن جا۔ گا۔ اگر ساری رات ویسے عادت کے مطابق سویا رہتا ہے تو پھر حکمت پوری نہ ہوتی۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے دن کے اندر ہمارے لئے روزہ کو لازم قرار دیا۔

2- دوسری شفقت

دوسری وجہ اور حکمت یہ ہے کہ دن کو روزہ لازم کیا اور پھر مزید اس میں اللہ کی شفقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رخصت دے دی کہ اگر تم سفر پہ ہو، لمبی مسافت ہے، ساڑھے ستاون میل تم جانا چاہتے ہو۔ 92 کلومیٹر کا سفر ہے تو اگر تم مشقت سمجھتے ہو تو رخصت ہے اور ایسے ہی بیماری ہے تو اس میں بھی رخصت ہے۔

اب دیکھئے رخصت میں پھر آگے شفقت کیا ہے کہ اگر انسان نے عذر کی وجہ سے روزہ کی چھٹی کی تھی، وہ دن چودہ گھنٹے کا تھا اور پھر جس وقت اس نے قضا کی ہے وہ دن بارہ گھنٹے کا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ لازم نہیں کیا کہ جتنا لمبا دن تم نے ناغہ کیا تھا اتنا لمبا دن تم روزہ رکھو تو پھر روزہ پورا ہوگا اگر چھوٹا دن آگیا ہے۔ اس میں روزہ رکھے گا تو قضا پوری ہو جائے گی۔ ایسے ہی جس دن اس نے بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تھا، وہ بڑا گرم دن تھا۔ جب اس کی قضا کرتا ہے بڑا سرد دن ہے تو اللہ نے اس میں بھی شفقت رکھی ہے کہ تم اس میں بھی قضا کرو گے تو تمہیں ثواب عطا فرما دیا جائے گا۔

3- تیسری شفقت

اس واسطے جو اس روزے کی فرضیت کا Pattern ہے اس میں بڑی شفقت

ہے اب دیکھو ایسا کوئی آدمی لاسا دیتا ہے کہ حکم دے اور ساتھ پیار بھی دے، فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

البقرہ: ۱۸۳

”اے ایمان والے تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔“

وہ ہمیں direct فرما دیتا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ
”تم پر روزہ فرض ہے۔“

نہ یہ کہتا اے مومنو تم پر یوں فرض کیا گیا جس طرح پہلوں پر فرض کیا گیا اور نہ یہ فرماتا کہ تمہیں فائدہ یہ ہوگا۔ صرف یہ کہتا کہ تم پر روزہ فرض ہے۔ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم انکار کرتے ہم ضرور رکھتے لیکن اب اس کا پیار کتنا ہے اس نے پہلے تو ہمیں اپنے نام سے بلایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

الْمُؤْمِنُ الْمُهِيمُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (الحشر: ۲۳)

مومن اللہ کا اپنا نام ہے اور اس نے ہمیں روزے کا حکم دینے سے پہلے اپنے نام سے پکارا اور پھر فرمایا، روزہ جو میں نے تم پہ لازم کیا ہے، اس سے تم گھبرانہ جانا، کیوں؟

فرمایا:

کما کتب علی الذین من قبلکم

یہ تو سوچو کہ یہ روزہ تم سے پہلے کس کس نے رکھا..... اب عام طور پر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں:

کَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

جس طرح پہلی قوموں پر فرض کیا گیا تھا۔ امتوں پر فرض کیا گیا تھا لیکن جب یہ تصور کیا جائے، جیسے پہلے انبیاء پر فرض کیا گیا تھا اور پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تو پھر یہ تڑپ پیدا ہوگی کہ جب اللہ نے انبیاء کو یہ شان دی ہے تو ہم اس معاملے میں پیچھے کیوں رہ جائیں؟ وہ روزہ رکھ کے اللہ کے قرب میں پہنچ جائیں اور ہم اس سے خالی رہ جائیں؟ تو اس سے ایک تڑپ پیدا ہوگی کہ ہم سے جو نچی امتیں ہیں وہ تو روزہ رکھیں لیکن ہم نہ رکھیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ایک شوق دلا دیا اور پھر ساتھ اللہ تعالیٰ نے حوصلہ بھی دیا۔

تم یہ نہ سمجھنا کہ جو یہ کام کرے وہ تو مر جاتا ہے اور ہم کیسے روزہ رکھ سکیں گے۔ اللہ فرماتا ہے پہلے بھی لوگ رکھتے رہے ہیں اور تم سے پہلی قوموں نے بھی یہ کام کیا ہے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو تم سے ہونہ سکے تو اللہ تعالیٰ نے کَمَا كُتِبَ

سے ایک مزید شفقت کا اظہار فرما دیا، حکم بھی دیا ہے، ساتھ دلا سہ بھی دیا ہے اور ساتھ اس کے انعام کا اعلان بھی فرما دیا ہے۔

4- چوتھی شفقت

اَيَّامًا مَّعْدُودَةً

اس میں بھی ایک شفقت ہے۔ فرمایا چند دن ہی تو ہیں یہ نہیں فرمایا کہ پورا مہینہ ہے۔ اب اس سے بندے ڈر جائیں۔ پورا مہینہ تمہیں روزہ رکھنا پڑے گا۔ فرمایا اَيَّامًا مَّعْدُودَةً

یہ چند دن ہی تو ہیں جن میں تم نے روزے رکھنے ہیں تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت کا مزید اظہار فرمادیا۔

5- یا نچویش شفقت

اللہ تعالیٰ نے روزے میں ایک اعتکاف والی فضیلت بنادی۔ مطلب کیا تھا کہ روزے دار ضیف اللہ ہوتا ہے۔ روزہ دار اللہ کا مہمان ہوتا ہے تو جو اللہ کا مہمان ہو وہ اللہ کے گھر میں رہتا ہے۔ لہذا وہ اعتکاف والی جو صورت تھی اس کو ساتھ attach کر دیا گیا۔ یہ اللہ کے جب مہمان ہیں تو ان میں سے کچھ ضرور اللہ کے گھر میں رہیں۔

6- چھٹی شفقت

روزے میں پھر اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر بنادیا۔ کس طرح کہ جیسے نماز میں بھول ہو جائے تو اس کے لئے سجدہ سہو ہوتا ہے تو آخر بندہ روزہ رکھ کے اس کی زبان سے کوئی لفظ نکل جاتا ہے کبھی کوئی لغویات ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر کو سجدہ سہو بنادیا ہے کہ جس وقت صدقہ فطر ادا کر دیا جائے گا تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مشکوٰۃ: ۱۶۰)

زکوٰۃ الفطر طہر الصیام

صدقہ فطر روزوں کی پاکیزگی ہے۔

جب روزے دار کا روزہ پراگندہ ہو جائے اس پر غبار پڑ جائے، تو جب وہ

صدقہ فطر دیتا ہے تو روزہ دھل جاتا ہے، روزہ سٹھرا ہو جاتا ہے۔

7- ساتویں شفقت

اللہ تعالیٰ کی بندوں پر ساتویں شفقت یہ ہے کہ جہاں ساری عبادات میں نیت کا پہلے ہونا ضروری ہے لیکن روزہ کے لئے پہلے نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی بندہ سو گیا تھا، اس کو پتہ نہیں چلا کہ طلوع صبح صادق ہو گئی ہے، پھر کھائے پئے بغیر زوال سے پہلے وہ نیت کرے تو اس کے سارے دن کا روزہ ہو جائے گا لیکن نماز پڑھنے کے لئے نیت پہلے ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ آدھی رکعت پڑھ کر پھر نیت کر لو، اس طرح نماز نہیں ہوگی۔

یہ روزے کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرض کیا کہ کچھ وقت اگرچہ نیت کے بغیر گزر گیا ہے، بعد میں نیت کر لو گے تو سارے دن کا روزہ ہو جائے گا۔

8- آٹھویں شفقت

روزے کی فرضیت میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر آٹھویں شفقت یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں بھول کر کھا لو گے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ برقرار رہے گا۔ جبکہ نماز میں اگر تم بھول کے بھی بات کرو گے تو نماز ٹوٹ جائے، نماز نہیں رہے گی لیکن بھول کر اگر روزے میں کھا جاؤ گے تو روزہ برقرار رہے گا۔

یہ روزے کی چند حکمتیں تھیں اور آخر میں صوفیاء کے نزدیک جو روزہ کی تعریف ہے، اس کو بیان کرتے ہیں:

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ عرائس البیان میں روزے کی تعریف کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ:

ہمارے صوفیاء کے نزدیک روزہ کیا ہے۔ چونکہ عمومی طور پر صوفیاء کہتے ہیں:

الدُّنْيَا يَوْمٌ وَلَنَا فِيهِ صَوْمٌ

”ساری دنیا ایک دن ہے اور یہ ایک دن ہمارے لئے روزے کا دن ہے۔“

ابن عربی کہتے ہیں:

أَنْ تَصُومُوا عَنْ مَالُوفَاتِ الطَّبِيعَةِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا مَطْلَبُ يَه:

کہ جو طبیعت کی پسندیدہ چیزیں ہیں جن کی طرف بندوں کو الفت ہے اور جن کی طرف بندہ مالوف ہے ان مانوس چیزوں کو چھوڑ دو تو کیا ہوگا۔

لِكَيْ تَخْلَصُوا عَنْ رَجْسِ الْبُشْرِيَّةِ

”جب ساری مانوس چیزیں چھوڑو گے تو بشریت کی گندگی سے تم محفوظ ہو جاؤ گے۔“

پھر کیا ہوگا:

تَصِلُوا مَقَامَ الْأَمْنِ وَالْقُرْبَةِ

”تو تمہیں اللہ کے دربار میں ایک اہم مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔“

لہذا صوفیاء کا روزہ عام روزہ سے بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ

ان کے نزدیک اگر بندہ یہ خیال کر لے کہ آج افطار کس سے کروں گا تو وہ سمجھتے ہیں کہ روزے کا فائدہ ہی ختم ہو گیا۔ ایک منٹ بھی یہ خیال کیوں آیا کہ افطار کس سے کروں گا۔ تو یہ جتنی انسان کوششیں کرتا ہے اسی کے لحاظ سے اس کو مرتبہ ملتا جاتا ہے۔

میری دعا ہے رب ذوالجلال روزے کی ان تمام حکمتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا روزہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سوالات و جوابات

☆ حالت روزہ میں احتلام ہو جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: حالت روزہ میں احتلام کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غسل بندے کو کرنا چاہئے اور پھر بندگی میں مصروف ہونا چاہئے۔ صرف غرارے ہیں حلق کے، ان سے اجتناب کرے اور جس وقت روزہ افطار کرے۔ اس وقت وہ غرارے یا اس نیت سے پانی کے گھونٹ حلق سے نیچے اتار دے۔ اس کو طہارت مل جائے گی۔

☆ روزے کی حالت میں پٹھوں میں ٹیکا لگوا سکتے ہیں کہ نہیں؟

جواب: حالت روزہ میں اصل ہم نے اس کی جو حکمت عملی بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ بندے کے اندر ایک کمزوری پیدا ہو اور اس کی شہوتیں دم توڑ جائیں اور اس کو ایک تجلی حاصل ہو اور اگر کوئی بندہ ٹیکے لگوا لگوا کے پھر وہی صورت حال اپنی برقرار رکھتا ہے، اس کے نفس میں کمزوری نہیں آتی اور کسر شہوت نہیں ہوتی یعنی شہوت نہیں ٹوٹتی تو پھر فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ نہایت مجبوری کی حالت میں عذر کی شکل میں اس کے لئے جائز ہے کہ وہ پٹھوں میں گوشت میں ٹیکا لگوا سکتا ہے اور رگ کے ٹیکے سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔ اور جو پٹھوں میں لگوانے کی صورت یہ ہے کہ انتہائی مجبوری کی حالت میں ہے ورنہ افطار کے بعد کوئی لگوائے تو یہ زیادہ اچھا ہے۔

☆ روزے کی حالت میں اگر بیماری ہو نکسیر کی تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں نکسیر آنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کا

روزہ بحال رہے گا۔

☆ حاملہ عورت نے اگر روزہ رکھا ہے تو وضع حمل کے وقت ٹیکہ لگوانے، دوائی کھانے اور آپریشن کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی حالت جو ہے اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری بیماری بھی ہو تو اس میں روزہ افطار کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ جان جانے کا خطرہ ہو عورت پر جب ولادت کا وقت آجائے تو ایسی صورت میں یہ ہے کہ اس کا روزہ ویسے ہی نفاس کی وجہ سے برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اس پر اس کی قضاء لازم ہوگی۔ ادویات کا بھی استعمال کرنا اس کے لئے درست ہے۔

☆ غیبت سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

جواب: غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت اس کی باقی نہیں رہتی۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ غیبت سے روزہ یوں ٹوٹ جاتا ہے کہ اب اس کا روزہ ختم ہو گیا اور اس پر قضاء یا کفارہ لازم آجائے جو حدیث شریف میں منع کیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت روزہ یعنی کامل روزہ نہیں رہتا لیکن ڈھانچہ روزے کا برقرار رہتا ہے اور فرضیت ادا ہو جاتی ہے مگر بندہ مومن کو اس حالت کے اندر کہ جب اس نے روزہ رکھا ہو تو ایسی صورت میں اس کو غیبت سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ گزشتہ سال ہم نے بیان کیا تھا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے دو عورتوں کو حکم دیا کہ یہ دونوں قے کریں تو ان کے اندر سے گوشت کے ٹکڑے باہر نکلے، فرمایا:

انہوں نے حلال رزق کھا کے روزہ رکھا تھا اور غیبت کر کے اپنے بھائیوں کا گوشت کھا کھا کے یہ ان کا حال ہو گیا تو اس واسطے غیبت سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہئے۔

☆ یا الہی کرم فرما مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

یا رسول اللہ ﷺ کرم کیجئے خدا کے واسطے

کیا یہ دعا کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: تو دعائیہ اشعار میں سے یہ شعر جائز ہے کہ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہ دعا کی جا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یہ حدیث شریف میں موجود ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس پر قائم رہے اور یہ قرآن پاک کی اس آیت کا حصہ ہے جس میں یہ فرمایا گیا:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء: ۶۴)

اور یہ جو دوسرا اس کا مصرع ہے جس میں ہے کہ

یا رسول اللہ ﷺ کرم کیجئے خدا کے واسطے

اب خدا کے واسطے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی رضا کے حصول کے لئے کہ تم ہم پہ کرم کرو گے۔ اللہ کی رضا کے لئے جس طرح منگتا مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کے لئے مجھے یہ دے دو، اللہ کے لئے ایک روپیہ، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایک روپے کی اللہ کو ضرورت ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے مجھے ایک روپیہ دے دو۔

تو ایسے ہی اس میں خدا کے واسطے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم پر کرم کیجئے۔ نبی ﷺ کا کرم کر سکنایہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ حضرت زید بن حارثہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۳۷)

اللہ نے بھی ان پر انعام کیا ہے اور اے نبی ﷺ آپ نے بھی ان پر انعام کیا

ہے۔ لہذا قرآن مجید سے یہ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (التوبہ: ۷۳)

”ان کو غنی کر دیا اللہ تعالیٰ نے اور ان کو غنی کر دیا اللہ کے رسول ﷺ نے، اپنے مشترک فضل کے ساتھ۔“

☆ حالت روزہ میں ٹیسٹ کروانے کے لئے خون

نکلا سکتے ہیں یا نہیں؟ (سائل انڈیا سے)

جواب: یہ مسئلہ ہم حجامت پر یعنی سگی لگوانے پر قیاس کر سکتے ہیں۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ حالت روزہ میں ایک شخص نے سگی لگوائی جو پرانا طب کا ایک طریقہ تھا کہ رگ سے وہ خون چوس کے باہر نکالا جاتا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرما دیا:

اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ (ترمذی شریف: ج: ۷۷۳)

”جس نے سگی لگائی ہے اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور جس نے لگوائی ہے اس کا بھی ٹوٹ گیا۔“

مطلب یہ تھا کہ وہ ساتھ ساتھ غیبت کر رہے تھے اور اس میں محدثین نے کہا

کہ سگی لگانا، لگوانا کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس سے روزہ ٹوٹے۔ چونکہ روزہ ٹوٹتا ہے کہ دو ایسا غذا سے کوئی

چیز بندے کے دماغ میں اس کے شکم میں داخل ہو جائے۔ وہ عادی راستہ ہو یا غیر عادی راستہ ہو تو اس سے کوئی چیز اس کے شکم میں داخل نہیں ہوئی نہ دماغ میں پہنچی ہے تو صرف یہ ہے کہ خطرہ ہے کہ اگر خون زیادہ نکل گیا تو کمزور ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ روزہ توڑنے کی نوبت آجائے۔

تو اس بنیاد پر ٹیسٹ کے لئے اتنا اگر کوئی مریض کمزور ہے کہ جس سے اتنا خون مطلوب ہے ٹیسٹ والوں کو کہ جس کی وجہ سے اس بندے کے بے ہوش ہو جانے کا خطرہ ہے اور اس کے روزہ کے افطار کی نوبت کا خطرہ ہے تو پھر حالت روزہ میں اس کو ٹیسٹ کے لئے خون نہیں دینا چاہئے اور اگر ایسا نہیں تو خون دیا جاسکتا ہے۔

اور جو نفس مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ٹیسٹ کے لئے جب خون لیا جائیگا تو روزہ اس سے نہیں ٹوٹے گا۔ آگے ایک امر عارض ہے کہ اگر اس کی صحت ایسی ہے کہ اس کے بیہوش ہو جانے کا خطرہ ہو، خون دیکھنے کی وجہ سے یا خون نکلنے کی وجہ سے، کیونکہ کچھ بندے خون نکلتا دیکھیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت حال کہ اس کے منہ میں پانی ڈالنا پڑ جائے اور روزہ اس کا ٹڑوانا لازم آجائے تو ایسی صورت میں احتیاط کرنی چاہئے۔

☆ حالت روزہ میں علاج کے لئے یا ویسے بھاپ لے

سکے ہیں یا نہیں؟

جواب: حالت روزہ میں بھاپ لینا درست نہیں ہے۔ اس سے روزے کے ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ صرف وہ صورتیں کہ جن پر مجبوری ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آٹے کی مشین پر مزدور ہے اور آٹے کا غبار اڑ رہا ہے یا ویسے بارش ہو رہی ہے اور چل رہا ہے تو کچھ بالکل معمولی قطرے ہو سکتا ہے۔ ناک کے ذریعے یا ویسے اندر چلے جائیں تو یہ صورتیں عذر کی ہیں۔ ویسے عملاً اور رادے کے ساتھ جس طرح سگریٹ جائز نہیں ہے، حقہ جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی بھاپ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آتا ہے تو ہر سمت نیکی کا موسم چھا جاتا ہے۔
 اتقویٰ و پرہیزگاری کے مناظر بکثرت نظر آنے لگتے ہیں۔ وجد و سرور کی مہکتی ہواؤں
 سے چمنستان قلب و نظر ہشاش بشاش ہو جاتا ہے۔ ابر رحمت کی بوند اباندی سے
 عصیاں اور غفلت کا غبار دھلتا نظر آتا ہے۔ شہر صیام کا پورا ماحول مختلف قسم کے اعمال
 خیر سے جگمگا اٹھتا ہے۔ نماز پنجگانہ اور روزہ کے جلو میں کہیں ذوق تسبیح ہوتا ہے تو
 کہیں شوق تلاوت، کہیں درود و سلام ہوتا ہے تو کہیں شوق قیام، کہیں نقلی عبادات
 ہوتی ہیں تو کہیں صدقہ و خیرات لیکن اس ایوان بندگی میں نماز تراویح کا کچھ اپنا ہی
 کیف و سرور ہوتا ہے۔

تراویح:

قیام رمضان کا دوسرا نام تراویح ہے۔ یہ ترویجہ کی جمع ہے۔ امام محمد بن احمد
 الباہرئی متوفی ۸۶۷ھ قیام رمضان کو تراویح کہنے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے
 کہتے ہیں: «الترویجہ اسم لكل اربع رکعات فانها فی الاصل ایصال
 الراحة وہی الجلوس ثم سمیت اربع رکعات فی اخرها الترویجہ»
 (العنایہ علی حاشی اللع ۶/۱، مکتبہ حقانیہ پشاور، الکفایہ فی ذیل الفتح ۱۱/۷۰، مکتبہ حقانیہ پشاور)
 ترویجہ (نماز تراویح میں سے) ہر چار رکعت کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ترویجہ کہتے
 ہیں راحت پہنچانے کو اور وہ بیٹھنا ہے (وقفہ کرنا اور استراحت کرنا) پھر جن چار
 رکعتوں کے بعد یہ وقفہ کیا جاتا ہے انہیں ترویجہ کہا جاتا ہے۔

یہ ایک ترویجہ ہے اور اس کی جمع تراویح ہے۔

نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی

فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو: ﴿عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ ﷺ

قال من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه﴾

(بخاری ۲۶۹۱/۱ طبع میرٹھ ۱۶۱/۳۵۸ طبع دار الفکر بیروت مسلم ۲۵۹/۱ طبع وزارت تعلیم ترمذی

۸۰۸۰ مصطفیٰ حلبی سنن ابی داؤد ۱۳۷۱ طبعہ مرقمہ مسند امام احمد ۲۸۱/۲۸۸ ۲۰۸/۲۲۳ ۲۷۳/۲۸۶ ۵۲۹/۵۲۹ دار الفکر

بیروت السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۹۲/۲۹۳ دار صادر بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رمضان شریف کا قیام (نماز تراویح)

ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کیا اس کے پہلے تمام گناہ بخش دیے گئے۔

سرور کائنات ﷺ کی نماز تراویح:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز تراویح ادا کی مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا کی روایت کے مطابق آپ سے تراویح کی جماعت صرف تین دن تک ثابت

ہے۔ پھر آپ نے یہ فرماتے ہوئے کہ مجھے خوف ہے کہ تم پر فرض نہ کر دی

جائے جماعت ترک کر دی۔ جیسا کہ بخاری شریف ۲۶۹۱/۱ (طبع میرٹھ) مسلم

شریف ۲۵۹/۱ میں ہے۔ اسی طرح نماز تراویح بغیر جماعت کے پڑھی جاتی رہی:

﴿عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين

ركعة والوتر﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۴/۲ ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ۲۰ رکعت نماز تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔
مسلم شریف میں ہے:

﴿فتوفی رسول اللہ ﷺ والامر علی ذلک ثم کان الامر علی ذلک فی خلافہ ابی بکر وصدرا من خلافہ عمر علی ذلک﴾
(بخاری ۲۶۹۱، مطبوعہ میرٹھ، مسلم ۲۵۹۱، طبعہ وزارت تعلیم، بیہقی ۴۹۲/۲، بیروت)
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور تراویح کا مسئلہ ایسے ہی تھا (یعنی بغیر جماعت کے پڑھی جاتی تھی) پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کے شروع شروع میں بھی یہی عمل تھا۔
۲۰ رکعت نماز تراویح پر صحابہ رضی اللہ عنہ کا اتفاق:

﴿عن عروۃ بن زبیر عن عبدالرحمن بن عبدالقاری انہ قال خرجت مع عمر ابن الخطاب لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرہط فقال عمر انی اری لو جمعت هؤلاء قاری واحد لکان افضل ثم عزم فجمعہم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قارئہم فقال عمر نعمت البدعۃ ہذہ﴾
(بخاری ۲۶۹۱، مؤطا امام مالک ۹۷، مطبوعہ محمد کراچی)

حضرت عروہ بن زبیر حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں

کہ میں رمضان شریف کی ایک رات کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مسجد کی طرف نکلا تو لوگ کئی گروہوں میں بٹے ہوئے یوں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ رہے تھے کہ کوئی تو اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے پیچھے چند لوگ اقتداء کیے ہوئے تھے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرا خیال ہے انہیں اگر میں ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں تو بہت افضل ہوگا۔ پھر آپ نے پختہ ارادہ کر لیا۔ پس سب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں پھر ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ نکلا۔ لوگ اپنے ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بہت اچھا نیا کام ہے۔

اس طرح ایک امام کی اقتداء میں روزانہ باجماعت نماز تراویح مکمل رمضان شریف کے مہینے میں شروع ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بیس رکعت نماز تراویح پر ہی جمع فرمایا۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

۱: عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة

(موطا امام مالک ۹۸، طبع میر محمد کتب خانہ کراچی، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۶، دار صادر بیروت)

حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان شریف میں بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

۲: عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن

الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعة

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۴)

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان المبارک میں بیس رکعات نماز تراویح پڑھا کرتے تھے۔

بیہقی میں اسی مقام پر عہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی بیس رکعت تراویح کا ذکر ہے۔

۳: ﴿عن یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بہم عشرين رکعة﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳ ادار القرآن کراچی)

حضرت یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے۔

۴: ﴿عن ابی عبد الرحمن سلمی عن علی قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرين رکعة وکان علی یوتر بہم﴾ (بیہقی ۲/۴۹۶)

حضرت عبد الرحمن سلمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے رمضان شریف میں قراء کو بلایا۔ پس ان میں سے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

۵: ﴿عن ابی الحسن ان علیا امر رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرين رکعة﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

حضرت ابوالحسن سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے۔
مسلمانو! یہ دلائل آپ کے سامنے ہیں جو نہایت اختصار سے پیش کیے گئے۔
کیا آج کا کوئی شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنت کا بڑا محافظ ہو سکتا ہے؟

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر آج کوئی راہ سنت سے زیادہ واقف ہو سکتا ہے؟

کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہ نسبت آج کوئی سنت کو زیادہ قریبی ذرائع سے حاصل کر سکتا ہے؟

نہیں اور یقیناً نہیں۔ اور پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعت پر جمع کیا تو کسی ایک صحابی نے بھی آپ سے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ سب نے ۲۰ رکعت پر اتفاق کیا۔ کیا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے طریقے کو اختیار کر سکتے تھے؟ نہیں ہرگز ایسا نہیں۔ تو پھر ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بیس رکعت نماز تراویح ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی ورنہ کوئی تو کہتا کہ آٹھ رکعت ہونی چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تعامل اور اجماع سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی مرفوع حدیث جو شروع میں بیان کی گئی، کا مضمون بھی مزید تقویت یافتہ ہوا۔

۲۰ رکعت تراویح دوہری سنت ہے:

یہ سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے اور خلفاء راشدین کی بھی۔ جیسا کہ دلائل میں گزر چکا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہم پر خلفاء راشدین کی سنت بھی لازم ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ

الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ وَعُضْوِهَا أَعْلَاهَا بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ﴾

(ترمذی، ۲۶۷۶، مطبوعہ مصطفیٰ حلبی، السنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۰/۱۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۸/۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، طبع عراق، تلخیص البحر، ۳/۱۹۰، مطبوعہ المکتبہ الاثریہ، سائلکہ بل، التہذیب، ۶۶/۸، المکتبہ القدوسیہ لاہور)

تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے جو کہ ہدایت یافتہ ہیں اور اسے اپنی داڑھوں کے نیچے خوب دباؤ یعنی مضبوطی سے پکڑے رکھو۔

جس ہیئت میں اب نماز تراویح روزانہ باجماعت پورے رمضان المبارک میں رائج ہے، یہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی ثابت ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف تین دن جماعت کرائی تھی اور خلفاء راشدین تو بیس رکعت تراویح ہی پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں اور بیس کو ہی اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھتے تھے۔ لہذا ہمارے لیے بھی بیس پڑھنا ضروری ہے۔

ایک نہایت کمزور استدلال:

آٹھ رکعت کے قائلین کا سارا مدار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

ان الفاظ پر ہے: ﴿ماکان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرہ رکعہ﴾

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہاں سے وہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ استدلال تو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ بلکہ اس کی یہاں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں۔ جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

چنانچہ یہاں تراویح کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے اور تین وتر۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ (۱۵۴/۱، مطبع ہاشمی میرٹھ) میں بھی ذکر کیا ہے کہ یہاں سے وہ نماز مراد ہے جو رمضان اور اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ پڑھتے تھے۔ ویسے بھی یہ بات قابل غور ہے کہ تہجد والی یہ روایات تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم میں تھیں۔ اگر ان میں نماز تراویح کا ذکر ہوتا تو وہ ضرور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یا بعد میں کسی خلیفہ راشد کے سامنے بیس رکعت کے مقابلے میں یہ پیش کرتے۔ مگر ہرگز ایسا کبھی نہیں ہوا۔

بھائیو بات یہ ہے کہ!

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تبع تابعین ائمہ مجتہدین اور شرق و غرب میں مسلمان ہمیشہ بیس رکعت نماز تراویح ہی پڑھتے رہے ہیں۔ دیکھئے: ﴿عن عطا قال ادرکت الناس وهم يصلون ثلاثه وعشرين ركعه بالوتر﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

حضرت عطا (تابعی) سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر ہی پڑھتے پایا ہے۔

حرمین شریفین میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک ۲۰ رکعت ہی پڑھی جاتی ہیں۔ دیگر تمام بلاد اسلامیہ میں بھی یہی معمول رہا ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی اسے علماء کی اکثریت کا مذہب قرار دیا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۱۲/۲۳ طبع جدید) مدینہ منورہ کی عدالت عالیہ کے جج اور مسجد نبوی شریف کے مدرس عطیہ محمد سالم نے مسجد نبوی شریف میں نماز تراویح کے مختلف ادوار و عہود اور دیگر تفصیلات پر ایک کتاب ترتیب دی جس کا نام ہے:

﴿التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم﴾ مسجد نبوی شریف میں ایک ہزار سال سے زائد عرصہ کے دوران تراویح اس میں کسی ایک رمضان شریف میں بھی آٹھ کا ذکر نہیں ملتا۔

ابھی چند سال پہلے ریاض دارالافتاء سعودی عرب کے ریسرچ سکالر شیخ اسماعیل بن محمد انصاری نے بیس رکعت تراویح کی حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لیے البانی

کے رد میں تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرين رکعه والرد علی الالبانی فی تضعیفہ لکھی ہے۔

آٹھ رکعت تراویح کی کل عمر ۱۲۹ برس ہے:

۱۲۹۰ھ تک پوری امت مسلمہ میں سے رمضان شریف میں روزانہ باجماعت ۸ رکعت نماز تراویح کسی فرد واحد کا بھی مذہب نہیں تھا۔ کیونکہ جب مولوی محمد حسین بٹالوی نے پہلی بار آٹھ رکعت نماز تراویح کا فتویٰ دیا تو یہ ایک ایسی بے بنیاد نئی بات تھی کہ احناف تو احناف رہے، غیر مقلد بھی اسے ہضم نہ کر سکے۔ چنانچہ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے ایک غیر مقلد عالم دین نے جو غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی کا شاگرد تھا، آٹھ رکعت کے رد میں اور بیس رکعت کے ثبوت میں قلم اٹھایا اور فارسی زبان جو اس وقت عام سمجھی جاتی تھی، میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام رسالہ تراویح رکھا۔

یہ رسالہ ۱۲۹۰ھ میں تحریر ہوا جیسا کہ اس کے پہلے صفحہ میں ”درایں اوان“ ۱۲۹۰ھ جرت والی عبارت سے واضح ہے اور ۱۲۹۱ھ میں مطبع محمدی لاہور نے اسے شائع کیا۔ مولوی غلام رسول کی تحریر سے ثابت ہے کہ آٹھ رکعت تراویح کا آغاز ۱۲۹۰ھ میں ہوا۔

اس رسالہ میں مولوی غلام رسول نے محمد حسین بٹالوی کی خوب خبر لی اور جمہور امت کے موقف کے خلاف اس نظریے کو جنم دینے پر اس کو غالی قرار دیا۔ کیونکہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے فتویٰ میں جو اس نے آٹھ تراویح کے اثبات میں لکھا تھا، کہا تھا کہ بیس رکعت بدعت اور خلاف سنت ہیں۔ ایسی ناقابل برداشت جسارت پر

مولوی غلام رسول نے لکھا:

﴿فعل صحابه وتابعين و آئمه اربعه وفعل سواد اعظم مسلمين شرقا غربا از عهد فاروق تا این وقت همه بیست (۲۰) میخوانند بخلاف این مفتی غالی کہ بدعت ومخالف سنت میگوید و راه افراط می پوید﴾ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین آئمہ اربعہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آج تک مشرق و مغرب میں مسلمانوں کے سوا دا اعظم (جمہور) کا یہ عمل ہے کہ تیئیس رکعتیں (وتروں سمیت) ہی پڑھتے رہے ہیں۔ بخلاف اس غالی مفتی (محمد حسین بٹالوی) کے کہ وہ اس کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کے راستے پر دوڑتا ہے۔

وہ بات کس کے اعلان اول پر غیر مقلد عالم دین بھی چیخ اٹھا، نہ جانے کن وجوہات کی بنا پر آہستہ آہستہ وہ غیر مقلدین میں سرایت کر گئی اور آج ۱۲۹ سال بعد ان کے مذہب کا طرہ امتیاز ٹھہری۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے ۱۲۹۰ھ میں ۸ رکعت نماز تراویح کے اثبات میں جو رسالہ لکھا تھا اس میں اس نے موطا امام مالک کی ۲۰ رکعت نماز تراویح والی حدیث کی سند پر اعتراض کیا۔ مولوی غلام رسول نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

”ولی اللہ دہلوی در حجه اللہ البالغہ میفرمائیڈ باتفاق اہل حدیث جمیع احادیث موطا صحیح است منقطع ومرسل در موطا نیست۔ فالطبقة الاولى منحصرہ بالاستفتاء فی ثلاثہ کتب الموطا

وصحيح البخارى وصحيح مسلم قال الشافعى اصح الكتب بعد كتاب الله موطا مالک واتفق اهل الحديث على ان جميع ما فيه صحيح على رأى كمالک ومن وافقه واما على رأى غير فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق أخرى فلا جرم الها صحيحه من هذا لوجه وقد صنف فى زمان مالک موطات كثيره فى تخريج احاديثه ووصل منقطعه مثل كتاب ابن ابى زنب و ابن عيينه والثورى ومعمرو والثورى ومعمرو وغيرهم ممن يشارك مالک فى الشيوخ انتهى عبارہ الحجة عزيز انصاف مفتى رابايد دید کہ حضرت شاه ولي الله دهلوی من نویسد کہ باتفاق اهل حدیث موطا صحيح است ومنقطع ومرسل درو نیست .

(رسالہ التراویح ص: ۲۱ تا ۲۳ ناشر انجمن اسلامیہ گلکھڑ)

حضرت شاه ولی اللہ صاحب دہلوی حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ تمام اہل حدیث کے اتفاق سے موطا کی ساری احادیث صحیح ہیں۔ موطا امام مالک میں کوئی حدیث بھی منقطع یا مرسل نہیں ہے۔ پس غور و خوض کے بعد پہلا طبقہ تین کتابوں میں منحصر ہے۔ (موطا، صحیح بخاری، اور صحیح مسلم)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد سب کتابوں میں سے صحیح ترین موطا امام مالک ہے اور اہل حدیث نے اس بات پر اتفاق کیا کہ موطا میں جو کچھ ہے وہ حضرت امام مالک اور ان سے اتفاق کرنے والے حضرات کی رائے کے مطابق صحیح ہے۔

ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے نزدیک بھی موطا میں کوئی ایسی مرسل اور منقطع روایت نہیں ہے۔ جس کا دوسرے طریقوں سے اتصال ثابت نہ ہو چکا ہو۔ چنانچہ اس لحاظ سے بھی یقیناً موطا کی تمام روایات صحیح ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ میں بہت سی کتابیں موطا کے نام پر تصنیف روایات کی گئیں۔ جن میں موطا کی احادیث کی تخریج کی گئی اور اس کی منقطع روایات کی متصل سندیں بیان کی گئیں۔ جیسے ابن ابی ذئب سفیان بن عیینہ سفیان ثوری اور معمر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی کتابیں ہیں۔ یہ سارے حضرت امام مالک کے ساتھ اساتذہ میں شریک ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت ختم ہو گئی۔

عزیزم: بنظر انصاف مفتی (محمد حسین بٹالوی) کو دیکھو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تو لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کے اتفاق سے موطا صحیح ہے اور اس میں کوئی منقطع اور مرسل نہیں ہے۔

اگرچہ کئی طرق سے سند پر بحث کی جاسکتی ہے۔ لیکن بندہ نے انہیں کے ایک عالم دین سے انہیں کہلوانا مناسب سمجھا ہے۔

بندہ ناچیز احقاق حق کے لیے یہ مختصر سی تحریر نذر ناظرین کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اسے امت کے سواد اعظم کے لیے مفید بنائے اور راہ اختلاف پہ چلنے والوں کو ٹھنڈے دل سے ان دلائل پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

۵ شعبان ۱۴۱۹ھ ۲۵ نومبر ۱۹۹۸ء

بانی ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

فہم دین اول تا پنجم	سیٹ 1300 روپے	شانِ ولایت قرآن وحدیث کی روشنی میں	20 روپے
غائبانہ جنازہ جائز نہیں	220 روپے	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علمی ذوق	20 روپے
مفہوم قرآن بدلنے کی واردات	160 روپے	امام اعظم رضی اللہ عنہ بحیثیت بانی فقہ	20 روپے
محاسن اخلاق	120 روپے	محبت ولی کی شرعی حیثیت	20 روپے
عید النبیؐ کی دھوم	50 روپے	صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں	20 روپے
ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں	50 روپے	فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات	20 روپے
میرے لئے اللہ کافی ہے	40 روپے	ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں	20 روپے
حق چارپار	40 روپے	خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	20 روپے
جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام	40 روپے	فحش گانوں کا عذاب	20 روپے
فکر آخرت	40 روپے	رسول اللہ ﷺ کی نماز	20 روپے
ہاں ہم سنی ہیں	40 روپے	ترک تقلید کی تباہ کاریاں	20 روپے
سرکارِ غوث اعظم اور آپ کا آستانہ	40 روپے	اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور اُن کا حل	20 روپے
ایک نو مسلم کے سوالات کے جوابات	40 روپے	صراطِ مستقیم کی روشنی	20 روپے
شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	40 روپے	مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے	20 روپے
توحید و شرک	40 روپے	رسول اللہ ﷺ بحیثیت مبشر	20 روپے
احقاقِ حق	40 روپے	منصب نبوت اور عقیدہ مومن	20 روپے
تحفظ ناموس رسالت ایک فرض ایک قرض	40 روپے	محبت الہی اور اسکی چاشنی	20 روپے
چٹا گانگ میں چند روز	30 روپے	فہم زکوٰۃ	20 روپے
تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل	30 روپے	حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ	20 روپے
ایصالِ ثواب اور گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت	30 روپے	توحید باری تعالیٰ	20 روپے
فقہ حنفی سنت نبوی کے آئینے میں	30 روپے	قربانی صرف تین دن جائز ہے معہ قربانی کے جانور	20 روپے
دختران اسلام کے لیے آئیڈل کردار	30 روپے	روزہ کے اسرار و رموز مع تراویح میں رکعت سنت ہے	40 روپے
جادو کی مذمت	20 روپے	إنما انا بشر مثلکم	40 روپے
اصلاح اور اس کا اجر	20 روپے	تربیت اولاد	30 روپے
نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیوں	20 روپے	رنج و الم سے نجات کا راستہ	40 روپے
		مسئلہ حاضر و ناظر	40 روپے